قسط دوم:-

گلہائے رنگا رنگ

ڈِس کورسز آف رومی

یا

فیہ ما فیہ کا انگریزی ترجمہ

(۳)

جناب مولانا مہر محمد خاں شہاب مالیر کوٹلوی

اب تک ساری گفتگو فیہ ما فیہ کے متن کے ہندی و ایرانی ایڈیشنوں اور ایران کے بدیعی نسخہ کے اُردو ترجمہ 'ملفوظاتِ رومی' کے حسن و قبح کے دائرے میں گھومتی رہی ہے، لیکن ۱۷ مارچ (شنبہ) ۱۹۶۲ء کو جب میں فیہ ما فیہ کا بدیعی نسخہ بمبئی یونیورسٹی کی لائبریری واپس دینے گیا تو مجھے اس کتاب کا وہ انگریزی ترجمہ مل گیا، جو مشہور مستشرق فاضل پروفیسر اے، جے، آربری (A. J. ARBERRY) نے "ڈِس کورسز آف رومی" (DISCOURSES OF RUMI) کے نام سے ۱۹۶۱ء میں شائع کیا ہے۔ فاضل مترجم نے اس ترجمہ کو اپنے استاد اور دوست پروفیسر نکلسن (NICHOLSON) (تولد ۱۸۶۸ء وفات ۱۹۴۵ء) کے نام معنون کیا ہے۔ کتاب بڑے اہتمام سے جلی اور نہایت روشن ٹائپ میں بہت عمدہ کاغذ پر چھپی ہے۔ ایک صفحہ کا دیباچہ ہے اور نو صفحہ کا مقدمہ اور ص ۱۳ سے ص ۲۴۲ تک متن کا جو اکہتر فصلوں کا ہے مکمل ترجمہ دیا گیا ہے اور ص ۲۴۵ سے ص ۲۷۶ تک متن کی چھبیسویں فصل چھوڑ کر باقی تمام فصلوں پر مختصر نوٹ لکھے گئے ہیں، جو بقول مترجم فاضل بدیع الزماں فروزانفر کے تعلیقات و حواشی کا ہی خلاصہ ہیں، ہاں ترجمہ میں فارسی متن کے ذیلی

حواشی کو جن میں اختلاف نسخ بتایا گیا ہے نظر انداز کر دیا گیا ہے، میں نے دیباچہ - مقدمہ اور تعلیقات وحواشی کو بالاستیعاب پڑھا اور متن میں سے پہلی فصل کو پورے طور پر اور باقی کتاب کو چند مقامات سے سرسری نظر سے دیکھا، مجھے انگریز قوم پر رشک آتا ہے کہ کس ولولے سے اس کے ذی استعداد، ذی علم اور صاحب استطاعت اصحاب، اشاعت علوم عالم میں اپنے تن من اور دھن سے مصروف ہیں، ان کی ان کوششوں کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا یہ ان کا ذاتی منصب اور فریضہ ہے کہ اقوام عالم میں باہمی افہام وتفہیم کے زیادہ سے زیادہ مواقع اور سامان مہیا کرے - باہم متخاصم جماعتوں اور متخالف خیالوں میں ایک پاکیزہ سمجھوتے کی صورت پیدا کر دیں، ان کے اہل علم اپنے علم سے اور ان کے دولتمند اپنی مالی قربانیوں سے اور اہل ہنر اپنی ہنرمندیوں سے ان نیک مساعی کو آگے بڑھانے اور ہر قسم کی قربانیاں دینے میں باہم مسابقت سے پورا کام لے رہے ہیں چنانچہ دیکھئے کہ پروفیسر آربری نے کتاب کا ترجمہ کیا اور اس کی طباعت کے تمام مصارف "سپالڈنگ ٹرسٹ" (SPALDING TRUST) نے بڑی کشادہ دلی سے برداشت کئے، خدا ان مبارک مساعی کی تقلید کی توفیق ہمارے ہاں کے اہل توفیق کو بھی دے کہ وہ بھی ایسے امور کی طرف مناسب توجہ فرمایا کریں -

پروفیسر نکلسن مرحوم نے ۱۸۹۸ء میں مولانائے روم کے دیوان غزلیات معروف بہ دیوان "شمس تبریز" کے انتخاب کو انگریزی دنیا سے روشناس کرایا - پھر مولانا کی مثنوی کا متن صحت واہتمام کے ساتھ چھاپا اور اپنی زبان انگریزی میں اس کا مکمل ترجمہ پیش کر دیا - پروفیسر آربری نے اپنے استاد کے کام کو جاری رکھا اور مولانا کے ملفوظات یعنی "فیہ ما فیہ" کو انگریزی کا لباس پہنا کر اہل علم و معانی کو ممنون فرمایا - فجزاہ اللہ

ضرورت تو اس کی ہے کہ فاضل فروزانفر کے مرتبہ نسخہ فیہ ما فیہ (کہ موجودہ انگریزی ترجمہ اسی نسخہ کا ترجمہ ہے) اور فاضل پروفیسر آربری کے اس ترجمہ کو متوازی رکھ کر مطالعہ کیا جائے، مگر اس وقت اس کام کی فرصت نہیں، ممکن ہے کہ دوسرے کوئی اور دوست جو اس کام کے زیادہ اہل ہوں، اس طرف توجہ فرمائیں، تاہم میں اس انگریزی ترجمہ کے صرف دیباچہ اور مقدمہ اور نوٹوں کے متعلق چند معروضات

پیش کرنا ناگزیر خیال کرتا ہوں۔

۱- پروفیسر آربری نے پروفیسر بدیع الزماں کی علمی مساعی کی داد دی ہے۔ اور انہی کے نوٹوں کے خلاصہ کا ترجمہ کر دیا ہے۔ اور خود اس کا اعتراف کیا ہے۔ اور نوٹوں میں اضافہ یہ کیا ہے کہ متن کی کچھ فصلوں کا مفہوم صاف اور سیدھی زبان میں لکھ دیا ہے۔

۲- ایک آدھ جگہ پر پروفیسر بدیع الزماں کے مقابلہ میں کسی دوسرے ایرانی فاضل کی تصریح کو قبول کرلیا ہے۔

۳- ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس ترجمہ کے نوٹوں کے تاریخی بیانوں میں پروفیسر بدیع الزماں سے دانستہ یا نادانستہ اختلاف بھی ہو گیا ہے۔

۴- نسخۂ ماجدی اور بدیعی کے متن میں ہر فصل کے آغاز میں صرف لفظ "فصل" کو جلی لکھ کر نمایاں کیا گیا ہے۔ مگر پروفیسر آربری نے ہر فصل کے آغاز میں اُس فصل کا نمبر جلی طور پر چھاپ دیا ہے، اس سے بیک نظر معلوم ہو جاتا ہے کہ فیہ ما فیہ میں کتنی فصلیں ہیں، اس کے مقابلہ میں "ملفوظاتِ رومی" اردو میں "فصل" کے لفظ کو ترک کر کے تمام کتاب کو ایک سو تیس عنوانوں میں تقسیم کر دیا ہے اور اپنے ہر مجوزہ عنوان کا صفحہ تو بتا دیا ہے مگر عنوانوں یا مضامین کے مسلسل نمبر نہیں دیئے گئے۔

اب چاہتا ہوں کہ مختصر لفظوں میں اوپر کی باتوں کی وضاحت بھی پیش کردوں۔

۱- پروفیسر آربری کا اپنی کتاب کے دیباچہ (ص IX) میں یہ بیان درست نہیں کہ پروفیسر بدیع الزماں پہلے شخص ہیں جنھوں نے فیہ ما فیہ کو ۱۹۵۲ء مطابق ۱۳۳۰ شمسی) میں گوشۂ گمنامی و خمول سے نکال کر علمی دنیا میں پیش کیا، اس لئے کہ اول تو اور اگر پروفیسر آربری صاحب نسخۂ بدیعی کے مقدمہ ہی کو پیشِ نظر رکھتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ جناب پروفیسر فروزانفر سے پہلے ایران اور ہندوستان سے یہ کتاب (۱۹۱۵ء و ۱۹۲۸ء) میں الگ الگ چھپ کر شائع ہو چکی ہے اور ہندوستان سے شائع ہونے والے نسخۂ ماجدی کی تکمیل میں خود اُن کے استاد مرحوم پروفیسر نکلسن کا بھی بڑا ہاتھ رہا ہے۔

۲- پروفیسر آربری کے نزدیک بھی فیہ ما فیہ کے جامع اور مؤلف اول کی شخصیت مشتبہ ہے۔

دیکھو انگریزی ترجمہ کے مقدمہ کا صہ۔

۳- حضرت سلطان ولد (فرزند ارجمند وخلیفۂ ثانی مولانائے روم) کی زوجۂ محترمہ حضرت فاطمہ خاتون کو انگریزی ترجمہ کے حواشی کے صہ ۲۵۲ پر "شمس الدین فریدون زرکوب" کی دختر نیک اختر بتایا گیا ہے، حالانکہ پروفیسر فروزانفر نے اپنی کتاب سوانح مولانا جلال الدین محمد مشہور بمولوی کے صہ ۱۸۰ سطر ۴- و صہ ۱۸۹ سطر ۵ پر ان مخدومہ کو حضرت شیخ صلاح الدین زرکوب کی صاحبزادی بتایا ہے ہاں یہ بات ضرور غالب غور ہے کہ فاضل بدیع الزماں فروزانفر نے اپنی اسی کتاب سوانح مولانا روم کے صہ ۱۸۹ پر حضرت مولانائے روم کے فرزند اکبر سلطان ولد کے بیٹوں کی تفصیل کے سلسلہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ:-

"سلطان ولد چہار پسر داشت:- عارف چلپی، عابد چلپی، زاہد چلپی، واجد چلپی، (پسر اول[۱] وبزرگ کہ نامش) جلال الدین عارف چلپی فریدون (بود[۱]) از فاطمہ خاتون دخت شیخ صلاح الدین در ۶۷۰ھ بوجود آمد" (خطوط وحدانی کے اندر کے الفاظ شہاب کے ہیں)

حضرت فروزانفر کی اس تصریح سے گمان ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے حضرت سلطان ولد کی دو بیویاں ہوں۔ اور اُن میں سے ایک "شیخ صلاح الدین" کی بیٹی ہو اور دوسری "شمس الدین فریدون زرکوب" کی، اور اتفاق سے دونوں بیویوں کا نام بھی "فاطمہ" ہی ہو اور سلطان ولد کے بڑے بیٹے جلال الدین عارف چلپی فریدون شیخ صلاح الدین کی دختر محترمہ فاطمہ خاتون کے بطن سے ہوں اور باقی تینوں بیٹے دوسری فاطمہ خاتون کے بطن سے، اس بارے میں یقین کے ساتھ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ورنہ پروفیسر فروزانفر اور پروفیسر آربری کے بیان میں جو اختلاف ہے وہ ظاہر ہے، اور خیال اِدھر ہی جاتا ہے کہ انگریزی ترجمہ میں حضرت سلطان ولد کی بیوی کے والد کے نام میں اتفاقاً غلطی ہو گئی ہے۔ واللہ اعلم۔

۴- انگریزی ترجمہ کے صہ ۲۵۲ پر سلطان ولد کی ولادت ۱۲۲۶ء اور وفات ۱۳۱۲ء بتائی گئی ہے یہی صحیح ہے، اور مولانا شبلی مرحوم کے بیان وتفصیل کے مطابق ہے۔

۵- مولانا رومی کا سلسلہ مولویہ کہلاتا ہے اور آپ کے پیرو "مولوی" کہلاتے ہیں دیکھو انگریزی ترجمہ کا مقدمہ صہ سطر ۱۶

۶- امیر معین الدین پروانہ حسب بیان پروفیسر فروزانفر و پروفیسر آربری مغلوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اور اس کے قاتلوں نے اس کا گوشت کھایا۔ (مقدمہ ترجمہ انگریزی ص۵ سطر ۱۳)

۷- فیہ ما فیہ کی فصل ۱۴ میں جو طاس بعلبنی (نسخۂ بدیعی ص۶۲) آیا ہے جس پر ہم اوپر کہیں لکھ چکے ہیں، پروفیسر فروزانفر نے متن کی صحت کو برقرار رکھتے ہوئے معانی و مطالب کو حل کرنے کی خاصی کوشش اور اعتراف کر لیا کہ وہ حل نہ کر سکے۔ موصوف نے اسی بحث کے دوران میں بعض اور معاصر ایرانی فضلاء کی کوششوں کا بھی ذکر کیا ہے مگر اپنا فیصلہ کہ مطلب حل نہیں ہوا، نہیں بدلا۔ لیکن پروفیسر آربری نے اپنے ترجمہ کے ص۳۰۷ سطر ۱۹ میں ایک دوسرے ایرانی فاضل ڈاکٹر صادق گوہرین کی تعبیر و تاویل کو قبول کر کے لکھ دیا کہ :-

"THE BALD MAN OF BAALBEK"

یعنی "بعلبک کا گنجا آدمی" اور آپ نے اپنے انگریزی حواشی کے ص۲۵۵ پر اس کی تصریح بھی کر دی۔

۸- مولانا جلال الدین رومی کے خاندان نے امام فخر الدین رازی کی مخالفت کی وجہ سے جیسا کہ عام طور پر مشہور ہے ترکِ وطن نہیں کیا تھا، اسی کی طرف پروفیسر فروزانفر نے بھی مولانا رومی کی سوانح عمری میں اشارہ کیا ہے۔

۹- فیہ ما فیہ کی فصل اول میں سیدنا عباسؓ عم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جنگِ بدر میں دوسرے مخالف قریشیوں کے زمرہ میں قید ہو جانے کا ذکر ہے۔ مترجم مجبور تھا کہ پیشِ نظر متن کی پیروی کرے، فارسی لفظ "مادر" کا ترجمہ انگریزی زبان میں "مادر" (MOTHER) ہی ہوگا، ورنہ اس موقع پر ماجدی نسخہ کی تفصیل بدیعی نسخہ کے اجمال کی نسبت زیادہ صحت کے قریب معلوم ہوتی ہے۔ یعنی حضرت عباسؓ نے قریش مکہ کے ہمراہ مدینہ پر چڑھائی کرنے سے پہلے اپنا مال "مادر" یا "ام" (عربی) یعنی "اُم فضل" (بقول نسخۂ ماجدی) یعنی اپنی زوجہ محترمہ کو جو کنیت یا نام کی نسبت سے مادرِ فضل یا اُم فضل مشہور تھیں اپنا مال سپرد کر دیا ہوگا۔ رہا بدیعی نسخہ میں صرف "مادر" ہونا اور نسخۂ ماجدی میں "ام فضل" ہونا۔ یہ دونوں نسخوں کے اصل مخطوطوں کے خطاطوں کی کرامت ہے۔ ہمیں تو تعریف اس دیانت دارانہ

یقت پسندانہ کوشش کی کرنا چاہیئے۔ کہ جن صاحب کو جو مخطوطہ جیسی حالت میں ملا۔ انھوں نے نہایت یان داری اور دیانت سے کچھ بڑھائے گھٹائے بغیر جوں کا توں آپ کے سامنے رکھ دیا۔

۱۰۔ ملفوظات رومی اُردو صہ۲۵۴ پر ایک عنوان ہے :- " رویت فی الوجود" اصل متن کی یہ فصل ربی زبان میں ہے، انگریزی ترجمہ میں اس فصل کا نمبر ۴۳ دیا گیا ہے۔ تبسم صاحب نے پوری عربی عبارت اُردو میں ترجمہ کردینے کے بعد حاشیہ میں لکھا ہے کہ :-

" لفظی ترجمہ کردیا گیا ہے، بڑی کوشش اور علماء سے مشورہ کے بعد بھی مطلب واضح نہ ہو سکا۔"

پروفیسر آربری نے اس فصل کا جس کا نمبر ۴۳ ہے ترجمہ میں آجانے والی زبان اور پیرایۂ بیان ں کردیا ہے (دیکھو ڈس کورسز آف رومی صہ۱۶۷ سے صہ۱۶۹)

اور اپنے مختصر نوٹ میں صہ۲۲۹ پر مناسب اشارہ بھی کردیا ہے اور اپنے حواشی میں کسی خاص یقت کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا اُردو مترجم نے بھی اپنے حاشیہ میں اس بے مطلبی کی کوئی وضاحت نہیں کی،

۱۱- انگریزی ترجمہ کے صہ۱۳۶ پر فصل نمبر ۲۹ کے ترجمہ میں " غلاف کعبہ" کا ذکر آیا ہے، پروفیسر ربری نے اپنے حواشی کے صہ۲۶۴ کی سطر ۹-۱۰ میں اس کی حسب ذیل وضاحت کی ہے :-

" THE REFRENCE IS TO THE CUSTOM OF COVERING THE BLACKSTONE WITH A CURTAIN "

میری ناچیز رائے میں پروفیسر موصوف کے منقولہ بیان کی اتنی وضاحت کی ضرورت ہے۔ کہ " غلاف کعبہ" پورے " خانہ کعبہ" کا غلاف ہوتا ہے، جس سے کعبہ کی پوری عمارت ڈھک دی جاتی ہے پس " غلاف کعبہ" سے مراد صرف " حجر اسود کا پردہ" نہیں ہے، جو پروفیسر آربری کے لفظوں سے بظاہر سمجھ میں آتا ہے، گو یوں بھی درست ہو سکتا ہے کہ وہ غلاف جو کعبہ کی ساری عمارت کو اپنے اندر چھپا لیتا ہے، وہ " حجر اسود" کو بھی عام نظروں سے چھپا لیتا ہے، ان معنوں میں " غلاف کعبہ" کو من وجہ " حجر اسود کا پردہ" بھی کہا جا سکتا ہے۔

کعبہ کی عمارت چوکور ہے، اور اس کی لمبائی چوڑائی چاروں طرف سے مختلف ہے اور " حجر اسود"

جو اس کی مشرقی جانب سے کونے پر قریباً پانچ فٹ کی اونچائی پر منصوب ہے وہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔

باخبر زائرین بیت اللہ حاجی احباب نے بتایا کہ سارا کعبہ سیاہ غلاف سے ڈھکا رہتا ہے۔ عمارت کے اندر جانے کا دروازہ جو سطحِ زمین سے کسی قدر اونچا ہے، اُس پر سے غلاف کٹا ہوا ہوتا ہے یا اس کی بناوٹ ہی ایسی ہوتی ہے کہ کعبہ کی کھڑکی یا دروازہ پر اصل غلاف نہیں ہوتا، تاہم الگ سے ایک پردہ ہوتا ہے جو اوپر سے اصل غلاف کے ساتھ پیوست ہوتا ہے۔ اسے کعبہ کے اندر جانے والوں کے لئے اُٹھا دیا جاتا ہے۔ اور "حجرِ اسود" جو کعبۃ اللہ کی عمارت کے باہری حصّہ میں ایک کونے میں لگا ہوا ہے، اس کے اوپر سے غلاف کو رسّی سے باندھ کر اُٹھا دیا جاتا ہے، اور طواف کرنے والے یُوں "حجرِ اسود" کو بے پردہ دیکھ سکتے ہیں،

اسی ذیل میں اگر ایک اور بات بھی عرض کر دی جائے تو نامناسب نہ ہوگا، وہ یہ کہ ہمارے نبی کریم محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ابراہیمی سلسلہ یا تمام سلسلۂ انبیاء کے لئے خاتم النبیین ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت مسیحؑ کی تمثیلی زبان میں کہا گیا ہے کہ :-

"THE STONE WHICH THE BUILDERS REJECTED HAS BECOME THE HEAD OF THE CORNER" (MATH. 21 : 42)

ابوالانبیاء سیدنا ابراہیمؑ کے بڑے بیٹے سیدنا اسمٰعیلؑ فلسطین سے نکال کر سرزمینِ حجاز میں آباد کر دئے گئے۔ سیدنا اسمٰعیلؑ کے بعد سیدنا و مولانا محمد مصطفٰے علیہما السلام تک گویا روحانی عمارت کے معماروں نے اِدھر توجہ ہی نہیں کی، لیکن جب روحانیت کے فلسطینی سوتے خشک ہو گئے، تو حجاز کے روحانی زمزم میں جوش آیا۔ اور ابراہیمی شجرۂ طیبہ کی اسماعیلی شاخ میں محمد صلوات علیہ کی صورت میں ختمِ نبوت کا پھل آیا۔ ظاہر میں "حجرِ اسود" کعبۃ اللہ کے مشرقی کونے میں گڑا ہوا ایک کالا پتھر ہے جو بیت اللہ کا طواف کرنے والوں کے اپنے طوافوں کی گنتی میں کام آتا ہے، مگر مشرق و مغرب کے خداوند خدا نے ارضِ حجاز کے انسانی احجار میں سے ایک انسان نہیں ایک کامل انسان کو چنا اور اسے مقبولیت و محبوبیت اور کاملیت و اکملیت کا خلعتِ نورانی پہنایا۔ اور اسے قرآن حکیم کی شکل میں تمام آسمانی کتابوں کا جوہر اور کتبِ قیمہ کا خلاصہ جو آسمانی

بادشاہت کا ازلی ابدی آئینِ متین ہے بخشا اور اسے منصبِ خاتم النبیین ورحمۃ للعالمین پر سرفراز فرما کر ہدایت خلق و عالم کے لئے مبعوث فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم ،

سیدنا حضرت مسیحؑ نے تمثیلی زبان میں آپ کے لئے جو پیش گوئی فرمائی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی تمثیلی زبان میں خود کو ان لفظوں میں اس کا مصداق ٹھہرایا کہ :-

اِنَّ مَثَلِی وَمَثَلَ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِی کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بَیْتًا فَاَحْسَنَہٗ وَاَجْمَلَہٗ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَۃٍ مِّنْ زَاوِیَۃٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَطُوْفُوْنَ بِہٖ وَیَعْجَبُوْنَ لَہٗ وَیَقُوْلُوْنَ ھَلَّا وُضِعَتْ ھٰذِہِ اللَّبِنَۃُ قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَۃُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ " (صحیح بخاری جلد دوم ص۱۷۵ طبع مصر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ عالی کا مطلب ہماری زبان میں یہ ہوگا کہ :-

"میری اور مجھ سے پہلے نبیوں کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے ایک گھر بنایا اُسے خوب آراستہ پیراستہ کیا، لیکن اس گھر میں صرف ایک اینٹ لگانے کی جگہ باقی چھوڑ دی لوگ اس گھر کا طواف کرنے اور تعجب سے پوچھتے ہیں (کہ ایسا آراستہ پیراستہ گھر) اور اس میں یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی گئی۔ پس میں ہی وہ آخری اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیّین ہوں "

۱۲- انگریزی ترجمہ کے مقدمہ کے ص۸ کی سطر ۲۳ کا ایک لفظ غلط کپوز ہوا ہے۔ یعنی بجائے (ZARKUB) کے (ZARKUT) چھپ گیا ہے۔ اوّل الذکر لفظ کی آخری 'بی' (B)۔ ٹی (T) میں بدل گئی ہے، لیکن کیا یہ عجیب لطیفہ نہیں کہ اس غیر ارادی " غلطی " سے اس لفظ کے معنوں میں کوئی فرق نہیں آیا۔

" زرکوب " کہو یا " زرکوٹ " بات ایک ہی رہتی ہے، اس کے باوجود غلطی غلطی ہی ہے۔

(باقی)